پاکستانیات

تحریک پاکستان میں
اقبال کا کردار

ڈاکٹر محمد اسلم ضیا

دنیا علاّمہ اقبال کو شاعر اور فلسفی کی حیثیت سے زیادہ جانتی ہے مگر ایک سیاست دان کے طور پر کم کم پہچانتی ہے۔ عموماً شاعروں کے بارے میں یہ تاثر ہے کہ وہ دنیائے تخیل میں کھوئے رہنے کی وجہ سے میدان عمل کے مرد ہی نہیں ہوتے مگر اقبال ایسے شاعر نہ تھے آپ کی شاعری مقصدی ہے۔ آپ شاعر بھی تھے، مجاہد بھی اور سالارِ کارواں بھی ؎

سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

حالی، شبلی اور اکبرالہ آبادی ان کے پیش رو تھے۔ دنیا کے کسی شاعر نے اپنی قوم کے حال و مستقبل پر اتنا اثر نہیں ڈالا جتنا اقبال نے۔ آپ کا قول ہے:

> سیاست کو قوم سے وہی نسبت ہے جو جسم سے جان کو۔ سیاست آزادی ہے، سیاست کے معنی ہیں حیات ملّی کا شعور، سیاست مدعا ہے اس نصب العین کی جدوجہد سے جس سے ہمارا مستقبل وابستہ ہے[۱]۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے آپ کو گہری دلچسپی ہے۔ جنوبی ایشیا کی سیاست کا وہ دور جو ہنگاموں، فسادات، خون ریزیوں، کشمکش اور تصادم کا دور تھا، اقبال جیسا حساس مفکر اپنے آپ کو کیسے الگ کرتا، چنانچہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے بہتر مستقبل کے لیے آپ سرگرم عمل نظر آتے ہیں، آپ نے کئی سال تک برصغیر کی سیاست میں عملی شرکت کی اور بعض اہم فرائض سنبھالے، تقسیم ہند اور پاکستان کا واضح تصور، مسلم لیگ کے سیاسی پلیٹ فارم سے پیش کیا، ایک علیحدہ اسلامی ریاست کے حصول کے لیے عمر بھر کوشاں رہے اور اپنے ہمعصر سیاستدانوں کو بھی قائل کرتے رہے۔ قائد اعظم جیسے ماہرِ سیاست نے آپ کو عملی سیاست دان تسلیم کیا ہے یوم اقبال منعقدہ ۹/دسمبر ۱۹۴۲ء کے لیے، اپنے پیغام میں آپ نے کہا:

> وہ ایک بڑے شاعر اور فلسفی تو تھے ہی، لیکن عملی سیاست دان کی حیثیت سے بھی کم نہیں تھے[۲]

اس مضمون میں عملی سیاست دان کی حیثیت سے آپ کی خدمات پہ روشنی ڈالی گئی ہے اگرچہ اس موضوع پر چند کتابیں اور مضامین بھی ملتے ہیں تاہم اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ تمام مباحث ایک جگہ سما جائیں، عام قاری اور طالب علم مستفید ہو سکے۔

پیشتر اس کے ہم عملی سیاست میں آپ کا سفر شروع کریں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر کے سیاسی حالات کا مختصر جائزہ پیش کیا جائے۔

مسلم قومیت کا شعور اجاگر کرنے میں سر سید احمد خان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے الیکشن کے مغربی طریقے اور یورپی نیشنلزم کو مسلمانوں کے لیے نقصان دہ قرار دیا، اردو، ہندی جھگڑے سے، آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ ہندو اور مسلم متحد ہو کر نہیں رہ سکتے۔ ۱۹۰۵ء میں بنگال کی تقسیم سے ہندوؤں کا تعصب اور واضح ہو گیا، ہندو قوم پرستوں کے ناروا سلوک نے مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے کسی پلیٹ فارم پر جمع ہوں چنانچہ علی گڑھ کے فکری ارتقا ہی سے دسمبر ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی ابتدا ہوئی، مسلمان زعما جیسے حکیم اجمل، سر آغا خان، ظفر علی خان، محسن الملک، وقار الملک ڈھاکہ میں نواب سلیم اللہ کے گھر جمع ہوئے اور اپنی اس نمائندہ جماعت کے قیام پر اتفاق کر لیا۔ مسلمان رہنماؤں کی کوششوں سے ۱۹۰۹ء کے آئین میں، جداگانہ انتخاب کا مطالبہ، حکومت برطانیہ نے تسلیم کر لیا۔ ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگال کے احکام کو منسوخ کر دیا گیا جس سے مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔

جنگ عظیم کے دوران، انگریزوں نے، جنوبی ایشیا کے لوگوں کی مدد حاصل کرنے کے لیے، ان سے وعدہ کیا تھا کہ جنگ کے اختتام پر انہیں آزادی اور خود مختاری دی جائے گی، مگر اسے وعدہ فردا پہ ٹال دیا گیا۔ برصغیر کے عوام میں مایوسی پیدا ہوئی ۱۹۱۸ء میں نام نہاد دستوری اصلاحات سامنے آئیں۔ رولٹ ایکٹ (فروری ۱۹۱۹ء) نے حالات میں مزید تلخی پیدا کی، قائداعظم نے احتجاجاً، امپیریل کونسل سے استعفیٰ دے دیا، گاندھی نے اس ایکٹ کے خلاف ستیہ گرہ کی مہم چلائی۔ ۶ اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیانوالہ باغ کا خونیں واقعہ پیش آیا، ہندوستان، آتش فشاں کے دہانے پر کھڑا تھا، رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاج، پنجاب کی فائرنگ اور تحریک خلافت نے دونوں قوموں کو اور قریب کر دیا مسٹر گاندھی کو تحریک کا لیڈر قرار دیا گیا۔ بقول سید حسن ریاض:

> خلافت کانفرنس اور کانگرس کے اشتراک سے عدم تعاون کی تحریک، زلزلے اور طوفان کی طرح چلی[۳]۔

مارچ ۱۹۲۰ء میں وفد خلافت انگلستان گیا، مولانا محمد علی جوہر، سید سلیمان ندوی، سید حسین اور حسن محمد حیات نے مسلمانوں کی نمائندگی کی، جس کا مقصد، ترکی کو بچانا اور اس طرح سے اسلام کی مرکزیت کو برقرار رکھنا تھا اس وفد کو ایک حد تک کامیابی ہوئی، اہل اسلام، اتحادی ممالک کی چیرہ دستیوں سے کسی قدر محفوظ ہو گئے۔ تحریک خلافت اور کانگرس کا اتحاد، گاندھی کے متعصّبانہ روّیے کی بنا پر، دیرپا ثابت نہ ہوا۔ ۱۹۲۱ء کے بعد حالات بدل چکے تھے۔ انگریز کے جانے کے بعد، اکثریت کی حکومت کے آثار نظر آرہے تھے، ہندو چاہتے تھے کہ انگریز جلد از جلد، حکومت، اکثریت کے حوالے کر دے، مسلمان اپنے سیاسی و ثقافتی تحفظات چاہتے تھے۔ لکھنؤ پیکٹ (۱۹۱۶ء) میں کانگرس نے جداگانہ انتخاب منظور کر لیا بعد میں اس سے منحرف ہو گئی مولانا محمد علی جوہر نے گاندھی کو آمادہ کرنا چاہا کہ وہ ملک کی رہنمائی کریں مگر انہوں نے ہندو مسلم اتحاد پر اپنی زبان بند رکھی، کوہاٹ کے فسادات

۱۹۲۴ء کی ساری ذمہ داری مسلمانوں پر ڈال دی، آریہ سماج نے ہندو مذہب کا پرچار کیا۔ ہندو مہا سبھا کا عروج ہوا جس کا لیڈر پنڈت مالویہ تھا۔ اس نے ہر مسئلے پر مسلمانوں کی مخالفت کی۔ کانگرس، ہندو مہاسبھا کی رو میں بہہ گئی بلکہ ۱۹۲۶ء کے عمومی انتخاب کے بعد، ہندو مہا سبھا کی دست نگر بن گئی۔

۱۹۲۷ء کا سال، تاریک سال تھا۔ فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے، سائمن کمیشن ہندوستان آیا۔ کانگرس اور مسلم لیگ نے اس سے عدم تعاون کا فیصلہ کیا مگر سر محمد شفیع کی ''لیگ'' نے (جس کے اقبال ان دنوں جنرل سیکرٹری تھے)، تعاون کیا۔

کانگرس کے لیڈروں نے اپنے عمل سے متحدہ قومیت کی نفی کی۔ مسلمانوں کے حقوق چھینے، نہرو نے مرکزی اسمبلی میں، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کو صوبائی درجہ دینے کی مخالفت کی ۱۹۲۸ء کی رپورٹ میں پنجاب و بنگال کی عددی مسلم اکثریت کو ختم کرنے کا تہیہ کیا، نہرو رپورٹ کیا تھی، برطانوی سنگینوں کے سائے میں مہا سبھا کی حکومت قائم کر دی جائے، ہندو پریس نے اس کی خوب نشرواشاعت کی۔ آل پارٹیز کانفرنس ۱۹۲۸ء میں کہا گیا کہ اس رپورٹ کو ایک شوشے کی تبدیلی کے بغیر قبول کیا جائے۔ مولانا محمد علی اور جناح کا موقف یہ تھا کہ نہرو رپورٹ کو تجاویز دہلی سے ہم آہنگ کیا جائے مگر مسلم رہنماؤں کی بات نہ مانی گئی اس پس منظر میں جناح نے فرمایا کہ اب ہمارے اور ہندوؤں کے راستے جدا جدا ہیں، مارچ ۱۹۲۹ء میں قائداعظم نے قومی تشخص کے لیے چودہ نکات (۱۴) پیش کیے۔ کانگرس نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کی، مسلمان الگ رہے۔ ۱۹۳۰ء میں سائمن رپورٹ شائع ہوئی یہ مردہ بچہ تھا جو پیدا ہوتے ہی دفنا دیا گیا[۴]۔ پھر گول میز کانفرنسوں کا سلسلہ شروع ہوا مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کی آواز کا یہ اثر ہوا کہ ۱۹۳۵ء کے آئین میں اقلیتوں کے تحفظات کی ضمانت دے دی گئی یہ آئین ۱۹۳۷ء میں نافذ کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اکثریت کے معاندانہ رویوں کے سامنے اقلیتوں کے تحفظات کی کوئی قدر و قیمت نہیں، قومی ترانے کی حیثیت سے بندے ماترم کا نفاذ وار دھا کی تعلیمی سکیم اور اردو کشی کی کانگرسی مہم نے ثابت کر دیا کہ آئین پر عمل کرنا یا نہ کرنا۔۔۔۔ اکثریت کی مرضی پر موقوف ہے اقلیت کا مستقبل، اکثریت کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اس احساس نے مسلمانوں میں قومی وطن کے مطالبے کو جنم دیا نیز یہ کہ قومی تشخص حاصل کرنے کے لیے، سیاسی اور عسکری قوت لازمی ہے۔

یہ حالات اور رویے تھے جب علامہ محمد اقبال نے اپنا سیاسی سفر شروع کیا اگرچہ ان کا یہ سفر مختصر ہے لیکن بھرپور ہے۔ آپ نے برصغیر کے مسلمانوں اور دنیائے اسلام کے ہر مسئلہ پر سوچا سمجھا تحریک خلافت کے بارے میں اپنے عمل اور ردعمل کا اظہا کیا، پنجاب اسمبلی کے ممبر کی حیثیت سے آپ نے خدمات سرانجام دیں، گول میز کانفرنس میں شرکت کی۔ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کی، تقسیم ہند اور قیام پاکستان کا خطبہ پیش کیا۔ سائمن کمشن سے جزوی تعاون کیا، نہرو رپورٹ کی مخالفت کی، پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم نو کی اور قائداعظم کی قیادت عظمیٰ میں کام کیا۔۔۔

غرض مختلف اور متنوع حیثیتوں سے جہد وعمل کا پیکر نظر آتے ہیں اس سلسلے میں انہوں نے تقریریں بھی کیں، بیانات بھی دیئے، سیاسی معاصرین سے برسر پیکار بھی رہے، الغرض بہت سے واقعات پیش آئے آئندہ صفحات میں مذکورہ بالا حالات و واقعات کو اجاگر کیا جائے گا۔

علامہ محمد اقبال کے ابتدائی کلام میں وطن سے محبت، ہندو مسلم اتحاد کی خواہش موجود ہے، قیامِ انگلستان کے دوران، آپ کے ذہن ونظر میں بڑی تبدیلی آئی آپ کو یورپی وطنیت کے نقصانات کا اندازہ ہوا، اسلام کا احیا اور مسلمانوں کی سربلندی، آپ کی زندگی کا نصب العین بن گیا۔۔۔۱۹۰۸ء میں سید امیر علی نے لندن میں مسلم لیگ کی شاخ قائم کی ۵۔ آپ نے اس کا افتتاح کیا اور وہیں مسلم لیگ کے رکن بنے اس کے اجلاس اور پروگراموں میں شرکت کرتے رہے، وطن لوٹ کر یہاں کی مسلم لیگ کے ممبر بنے (۱۹۰۹ء) اور اسسٹنٹ سیکرٹری مقرر ہوئے۔

آپ کو عالم اسلام اور خلافت عثمانیہ سے خصوصی لگاؤ تھا عالم اسلام پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تو آپ نے معرکۃ الآرا اور جذباتی منظومات لکھیں اپنی نظموں کی آمدنی بلقان فنڈ میں دے دی۔ برصغیر کے دیگر رہنماؤں کی طرح آپ کو نہ صرف تحریک خلافت سے دلچسپی تھی بلکہ قائد تحریک علی برادران سے بھی ہمدردی تھی، ان کے قید ہونے پر نظم لکھی۔ اس تحریک کے حامیوں پر حکومت کی سختی سے آپ کو صدمہ ہوا۔ لاہور میں مولوی محمد عرفان کو پولیس نے زدو کوب کیا تو بطور خاص احتجاج کیا ۶۔ خلافت وفد کی ناکامی پر سید سلیمان ندوی کو خط لکھا اور ان کی کوششوں کو سراہا۔ آپ ۱۹۱۹ء میں تحریک کے ممبر بنے مگر جلد مستعفی ہو گئے۔ اس کی چند وجوہات تھیں۔۔۔ سیاست میں دلچسپی کی وجہ سے ۱۹۰۵ء میں لندن میں، آپ نے ایک نیم سیاسی انجمن کی رکنیت اختیار کی، کانگرس نے مسلمانوں کی رہنمائی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ گاندھی جی کو تحریک خلافت سے دلچسپی ہندو مفادات کی خاطر تھی وہ اپنی سیاست کی دھاک بٹھانا چاہتے تھے۔ آپ نے کانگرس خلافت سوراج پارٹی، میں شرکت سے انکار کر دیا۔ تحریک کی اس روش سے آپ سخت نالاں تھے سید سلیمان ندوی کے نام خطوط میں آپ نے اس کی پرزور مخالفت کی ۸۔

تحریک خلافت نے اسلامیہ کالج لاہور کو بند کرنا چاہا کہ اسے اپنا مرکز بنائیں مگر آپ نے اس امر کی سخت مخالفت کی ۹۔ خلافت وفد کے انگلستان جانے پر بھی اعتراض تھا کہ یہ خلافت کی گدائی تھی۔

اقبال یہ چاہتے تھے کہ یہ کام آزادانہ اور مسلمانوں کے ہاتھوں انجام پائے خلافت کی خاطر انگریزوں اور ہندوؤں کے آگے ہاتھ پھیلانا انہیں گوارا نہ تھا۔

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست

پھر یہ بات کہ ترک بھی خلافت کے احیا کے حق میں نہ تھے، مصطفیٰ کمال پاشا کی کوششوں کی آپ نے تعریف کی۔ ترکی کی تحریک آزادی و استقلال کے بہت بڑے حامی تھے۔

پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے ممبر کی حیثیت سے:

۱۹۲۳ء میں علامہ اقبال نے ملک کی خدمت کے نقطۂ نظر سے عملی سیاست میں شرکت کا مظاہرہ کیا اور پنجاب قانون ساز کونسل کی رکنیت کے امیدوار بنے مگر اپنے دوست میاں عبدالعزیز کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ بہرحال ۱۹۲۶ء میں آپ مذکورہ کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ آپ کا مقابلہ خان بہادر ملک دین محمد سے ہوا۔ ۱۹۲۷ء ۔۱۹۳۰ء تک، آپ کونسل کی کارروائیوں میں شریک رہے۔ اور نہایت مدلل، شگفتہ، بلیغ اور عالمانہ تقریریں کیں جو حرف اقبال میں شامل ہیں چند مخصوص عنوانات پر آپ کے خیالات کا ملخّص پیش کیا جاتا ہے:۔

غیر ملکی حکومت اور تعلیم:

۱۱/ مارچ ۱۹۲۷ء کو آپ نے حکومت کی تعلیمی پالیسی پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا:

> ہماری آئندہ ترقی کا دارو مدار تعلیم پر ہے مگر تعلیم کی مدّ میں جو کچھ خرچ ہو رہا ہے۔سب رائیگاں ثابت ہوگا ۔۔۔۔ جہاں جہاں لازمی پرائمری تعلیم کو نافذ کیا گیا ہے وہاں اس کی حیثیت کاغذی کارروائی سے زیادہ نہیں

۱۹۳۰ء کے بجٹ سیشن میں، آپ نے اعداد وشمار کے حوالے سے اس بات کا انکشاف کیا کہ صوبائی حکومت کی طرف سے پرائیویٹ سکولوں کو جو مجموعی گرانٹ دی جاتی ہے اس کا صرف پانچواں حصہ اسلامیہ سکولوں کے حصے میں آتا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اکثریت کا صوبہ ہونے کے باوجود، مسلمانوں کی تعلیم سے، دانستہ طور پر بے رخی اختیار کی گئی ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب ایک وفد لیکر ناظم تعلیمات انڈرسن سے بھی ملے اور انہوں نے تلافی کا وعدہ کیا۔

انکم ٹیکس اور لگان:

کاشتکاروں کی زبوں حالی پر آپ اکثر گفتگو کیا کرتے تھے۔ انگریز حکومت کم سے کم زمین پر بھی سرکاری لگان معاف کرنے کو تیار نہ تھی۔ اس لیے کہ وہ زمین کی مالک تھی دوسری طرف ساہوکار اور بنیے تھے کہ سود در سود کے ذریعے غریب کسان کی کمر توڑ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ زمین کے مالک، اہل ملک ہیں نہ کہ حاکم لوگ بادشاہ تو آتے جاتے رہتے ہیں، آپ نے سفارش کی کہ جس طرح بڑھتی ہوئی غیر زرعی آمدنی پر انکم ٹیکس کی شرح مسلسل بڑھتی ہے اس نسبت سے بڑی بڑی زمینداریوں کے لگان کی شرح میں بھی اضافہ ہونا چاہیے۔

ملک کے محدود مالی ذرائع کے پیش نظر انتظامیہ کے بڑھتے ہوئے اخراجات میں تخفیف کرنا چاہیے۔ آپ مختلف بجٹوں کے اعداد وشمار سے اس نتیجے پر پہنچے کہ ترقیاتی منصوبوں سے گرانقدر رقموں کا زیاں ہو رہا ہے۔

آپ کو مسلمانوں کی اقتصادی بہبود سے بہت دلچسپی تھی، مسلمان قرض کے نیچے دب گئے ہیں ۔ مسلمانوں کو صنعت و حرفت کی طرف توجہ دینا چاہیے ، کپڑا بننے اور چمڑے کی صنعتیں ، خاص طور پر مسلمانوں کے لیے موزوں ہیں ۔۔۔۔تجارت کے بنیادی اصولوں کے مطابق بدیشی چیزیں صرف انہی منڈیوں سے خریدی جائیں جہاں وہ ارزاں مل سکتی ہوں ۔ (بجٹ تقریر ۱۹۲۹ء)

انگریزی اور دیسی طریقۂ علاج:

۱۹۲۸ء کے بجٹ سیشن میں تقریر کرتے ہوئے ، آپ نے یونانی اور آیورویدک علاج کے طریقوں کی حمایت کی ، مغربی طریقہ علاج ، مہنگا ہونے کے علاوہ ، لوگوں کے مزاج کے مطابق نہیں ،اس میدان میں مسلمان اطبّا کی حکمت گم گشتہ سے فائدہ اٹھانا چاہیے، اس سلسلے میں بالخصوص سمر قندی کی تصانیف کی تعریف کی ۔

ہندو مسلم فسادات :

۱۹۲۷ء میں فرقہ وارانہ فسادات زوروں پر تھے لاہور میں ایک ہولناک اور خونریز فساد ہوا۔ موسم گرما کے اجلاس میں، آپ نے اس موضوع پر دو تقریریں کیں :

۱۔فرقہ وارانہ فسادات کے مختلف اسباب ہیں مگر بنیادی بات یہ ہے کہ ہنود نے ہر شعبے میں اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے ہندو قوم کے تصور میں ،مسلمانوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ۔

۲۔آپ اتحاد کمیٹیوں اور کانفرنسوں کے طریق کار سے بھی مطمئن نہ تھے کہ ان میں عمل کی کمی ہے۔

سردار اجل سنگھ کی قرارداد (صوبے کی تمام سرکاری ملازمتوں کی بھرتی کے لیے امتحانوں کا طریقہ رائج کیا جائے) پر آپ نے سخت تنقید کی کہ ہر ممتحن اپنی قوم کے امیدواروں سے ترجیحی سلوک کرے گا ہمارے حالات یکسر مختلف ہیں ۔

آپ نے دیہاتی علاقوں میں حفظان صحت اور عورتوں کے علاج معالجے کی سہولتوں کی بہم رسانی پر زور دیا۔

بانیان مذہب اور مقدس کتابوں کی بے حرمتی کرنے والوں کی خاطر تقریری قانون منظور کروایا۔

شراب کی درآمد اور کشید کی مخالفت کی ۔

تلوار کو قانون اسلحہ ہند سے مستثنیٰ کرایا۔

اقبال اور مسلم لیگ (۱)

مسلم لیگ کانگرس کی چیرہ دستیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہی تھی ۔ یہ جماعت آپ کے ذہن کے مطابق تھی لہٰذا آپ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے ، رفتہ رفتہ اس کے جنرل سیکرٹری بن گئے ۔جس بات کو آپ نے صحیح محسوس کیا اس پر ڈٹ گئے ۔آپ نے سائمن کمیشن سے تعاون پر زور دیا کہ کمیشن کا

بائیکاٹ مسلمانوں کے لیے ضرور رساں ہوگا۔ اس طرح کمیشن کے سامنے اپنی امیدیں اور مفاد پیش کرنے کا موقع مل جائے گا جب سر شفیع لیگ نے، صوبائی خودمختاری کے مسئلے کو اہمیت نہ دی تو آپ معتمد کی حیثیت سے مستعفی ہو گئے۔ اگر چہ بعد میں، سر محمد شفیع نے علاّمہ کی تجویز کو منظور کر لیا اور آپ نے اپنا استعفیٰ واپس لے لیا[۱۰]۔ جب سائمن کمیشن کی رپورٹ شائع ہوئی تو آپ نے ۲۶ جون ۱۹۳۰ء کے 'انقلاب' میں اس پر تبصرہ کیا اور اس کی خامیوں کو بے نقاب کیا۔

مسلم لیگ کی صدارت اور خطبہ الہ آباد:

۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو آپ نے مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے تقسیم ہند اور قیام پاکستان کا خطبہ ارشاد فرمایا، جو مسلمانان ہند کی سیاسی تاریخ میں اہم ترین دستاویز ہے۔ یہ خطبہ اپنی معنویت، افادیت اور جدتِ افکار کے لحاظ سے لاجواب ہے اس خطبے کے خاص خاص مباحث مختصر طور پر پیش کیے جاتے ہیں:

مسلمان اور نظریہ قومیت: اس خطبے میں آپ نے حب الوطنی اور سیاسی وطنیت کا فرق سمجھایا یورپ کے تصور دین و دنیا کی نفی کی اور اس بارے میں اسلامی نقطہ نظر پیش کیا۔ اسلام ایک زندہ قوت ہے جو ذہن انسانی کو نسل و وطن کی قید سے آزاد کر سکتی ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ مذہب کو فرد اور ریاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

ہندو مسلم اتحاد سے مایوسی: آپ نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد کی ضرورت پر زور دیا مگر دریں حالات مایوسی کا اظہار کیا، نہرو رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جب سیاسی رہنما، اس ذہنیت کا مظاہرہ کریں تو عوام میں یگانگت کیسے پیدا ہوگی۔

پاکستان کا تصور: یورپ کے اصول جمہوریت کو ہندوستان میں اس وقت کام میں لایا ہی نہیں جا سکتا جب کہ فرقہ وارانہ گروہوں کے وجود کو تسلیم نہ کیا جائے اس لیے مسلمانوں کا یہ مطالبہ حق بجانب ہے کہ ہند کے اندر، ایک اسلامی ہند ہونا چاہیے۔۔۔

ذاتی طور پر میری یہ خواہش ہے کہ صوبہ پنجاب، سرحد، سندھ، اور بلوچستان کو ملا کر ایک مجموعی ریاست بنا دیا جائے خواہ یہ سلطنت برطانیہ کے اندر ہو یا باہر مجھے تو یہ نظر آتا ہے کہ کم از کم شمالی مغربی ہند کے مسلمانوں کو آخر کار ہند میں ایک مسلم ریاست بنانی ہوگی۔۔۔۔ اگر اس میں سے غیر مسلموں کی اکثریت والے علاقے مثلاً ضلع انبالہ اور دیگر اضلاع الگ کر دیئے جائیں تو اس کی وسعت اور انتظامی مشکلات میں اور کمی ہو جائے گی۔ اس طرح مخلوط اور جداگانہ انتخاب کا مسئلہ بھی خود بخود حل ہو جائے گا۔

۔۔۔۔ ہندوستان، مسلم آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ

ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کر سکے اس طرح نہ صرف ہندوستان کا مسئلہ حل ہو جائے گا بلکہ خود اس سے مسلمانوں کے احساس ذمہ داری قوی ہو جائیں گے اور ان کا جذبہ حب الوطنی بڑھ جائے گا۔

گول میز کانفرنس ۱۹۳۰ء کی فرقہ وارانہ ذہنیت کے بارے میں آپ نے مایوسی کا اظہار کیا کیونکہ اس کانفرنس کے ہندونواز صدر مسٹر ریمزے میکڈانلڈ، جداگانہ انتخاب کا حق ماننے کے لیے تیار نہ تھے کہ یہ مغربی جمہوریت کے منافی ہے۔ آپ نے انگریزوں پر واضح کیا کہ مغربی جمہوریت مجموعہ اقوام (ہندوستان) کے روگ کا علاج نہیں۔

مسلمانان ہندوستان کسی ایسی آئینی تبدیلی کو قبول نہیں کریں گے جس کے تحت وہ بنگال اور پنجاب میں جداگانہ انتخاب کے ذریعے اپنی اکثریت حاصل نہ کر لیں یا مرکزی مجلس میں انہیں ۳۳ فیصد نشستیں نہ مل جائیں، اس سلسلے میں، آپ نے میثاق لکھنؤ کی مذمت کی، سائمن کمیشن پر انتقاد کیا اور آپ نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر کے بلوچستان میں ضم کر دیا جائے، سندھ اور سرحد کو صوبوں کے برابر درجہ دیا جائے اور ان میں بھرپور اصلاحات کی جائیں۔

علاوہ ازیں اس خطبے میں آپ نے مشترکہ دفاع، قوموں کے عروج و زوال، مسلم امّہ کی نااتفاقی اور اچھے رہنماؤں کے فقدان کا بھی ذکر کیا۔

مسلم کانفرنس اور اقبال: جب خلافت تحریک دم توڑ چکی اور مسلم لیگ میں پہلا سا دم خم نہ رہا تو مسلم قیادت کا خلا پیدا ہوا ضرورت محسوس ہوئی کہ نامور اور چیدہ رہنماؤں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے چنانچہ آل انڈیا مسلم کانفرنس کے نام سے ایک بورڈ تشکیل دیا گیا[۱۱]۔ جو حکومت کی پالیسیوں کا سخت ناقد بن گیا۔

مسلم لیگ اور مسلم جماعتوں نے جناح کے ۱۴ نکات سے اتفاق کر لیا۔ نیز اقبال کے خطبہ الہ آباد کی تائید کی۔ اقبال نے ۱۹۲۹ء میں اس جماعت کے اچھے مقاصد کے پیش نظر اس کی رکنیت قبول کی اور مختلف اوقات میں اس کے اجلاس کی صدارت کی۔ ان میں اہم جلسہ وہ ہے جو ۲۱/مارچ ۱۹۳۲ء کو منعقد ہوا۔ اس میں آپ نے خطبہ الہ آباد کی مانند زبردست خطبہ دیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اس خطبے میں آپ نے سرکاری پالیسیوں پر بیباکی سے تنقید کی۔ آپ کی تقریر کے اہم نکات یہ تھے۔

(الف) مسلمانوں کے جداگانہ حقوق کے تحفظ پر زور، (ب) گول میز کانفرنس میں ہندوؤں اور انگریزوں کے رویّے پر انتقاد (ج) صوبہ سرحد اور ریاست کشمیر میں مسلمانوں کی حالت زار اور آئندہ کا لائحہ عمل، پروگرام کے آخر میں قرار دادیں پیش کی گئیں جو آپ کے مشورے سے مرتب ہوئیں۔ جون، جولائی ۱۹۳۲ء میں آپ نے مسلم کانفرنس کی سرگرمیوں کے بارے میں چند اخباری بیانات دیئے، مسلم کانفرنس کا ایک اجلاس ۷/اگست کو دہلی میں ہوا، صدارت علامہ نے کی۔

۲۳ راگست کو، مجلس عاملہ کے اجلاس کی صدارت بھی آپ نے فرمائی ۔ اس اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی مسلم کانفرنس کو، لیگ میں مدغم کرنے میں، آپ کا بڑا حصہ تھا۔

گول میز کانفرنس:

۱۹۳۰ء میں، برصغیر کے سیاسی مسئلے اور آئندہ دستور پر بحث وتمحیص کے لیے ایک گول میز کانفرنس منعقد ہوئی ۔ علامہ اقبال نے اس میں شرکت نہیں کی مگر مسلم مطالبات کی حمایت میں اخباری بیان جاری کیے، جب مسلم مندوبین برطانوی حکومت کی خوشنودی کے لیے جداگانہ طریق انتخاب کا مطالبہ، ترک کرنے پر رضا مند ہو گئے تو آپ نے دیگر رہنماؤں کے ساتھ اپنی تشویش کا اظہار ایک تار کے ذریعے کیا۔ 'اگر ان کے مطالبات تسلیم نہیں کیے جاتے تو وہ کانفرنس کا بائیکاٹ کر کے واپس آ جائیں'۔

دوسری گول میز کانفرنس

(۱۹۳۱ء) مسلم وفد کے سربراہ آغا خان تھے اس میں علامہ اقبال نے شرکت کی اور موصوف کو مفید مشورے دیئے ۔ دو کمیٹیاں تشکیل دی گئیں (۱) اقلیتوں کے مسائل کی کمیٹی (۲) مجلس تشکیل وفاق، آپ اوّل الذکر کمیٹی سے متعلق تھے ۔ آپ نے اقلیتوں کا مسئلہ خوش اسلوبی سے اٹھایا۔ اقلیتوں نے جداگانہ انتخاب کا متفقہ فیصلہ پیش کر دیا۔ گاندھی نے عجیب وغریب شرطیں عائد کیں، سکھوں نے بھی عدم تعاون کیا۔ جس کی وجہ سے اقلیتوں کی کمیٹی کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی۔

'آل انڈیا فیڈریشن' کے متعلق، آپ پہلے خطبہ الہ آباد میں اظہار فرما چکے تھے کہ پہلے صوبوں کو خود مختاری دی جائے پھر مرکز میں وفاق قائم کیا جائے ۔ یہ طے ہوا کہ مسلم مندوبین کمیٹی کی کارروائیوں میں حصہ نہ لیں لیکن بعض ممبروں نے طے شدہ پالیسی کے خلاف نہ صرف اجلاس میں شرکت کی بلکہ سرگرم حصہ لیا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری اور مسلم وفد سے علیحدگی اختیار کر لی ۔ یہ بات غلط ہے کہ آپ کانفرنس سے مستعفی ہو گئے ۔۔۔ غرض کانگرس کے متعصّبانہ رویّے کی وجہ سے یہ کانفرنس بھی ناکام رہی۔ کانفرنس کے خاتمے پر آپ فلسطین چلے گئے اور مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں مسلمانانِ ہند کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے۔

تیسری گول میز کانفرنس:

وائسرائے کی پرزور سفارش پر آپ کو تیسری کانفرنس میں مندوب بنایا گیا۔ آپ نے جانے سے پیشتر ''ہمدم''، لکھنؤ کے نام خط لکھا جس میں مسلمانوں کے مطالبات کا ذکر تھا، علامہ نے کانفرنس میں زیادہ سرگرمی نہیں دکھائی البتہ وفاق کے مباحث میں حصہ لیا، آپ نے سرے سے وفاق کے تصور کی مخالفت کی اور کہا کہ ہر صوبے کو خود مختار ریاست بنا دیا جائے اور اس کا تعلق براہ راست لندن میں

وزیر ہند سے ہو۔ آپ کی رائے کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ ایک فیصلے سے آپ خوش تھے کہ اچھوت قوم کوئی زندگی ملے گی۔ لندن میں آپ نے اہل الرائے سے نجی ملاقاتیں کیں دارالعوام کے جلسے میں شرکت کی اور مسلم مطالبات کا اظہار کرتے رہے۔ کانفرنس سے فارغ ہو کر آپ پیرس، ہسپانیہ اور اٹلی گئے اور چار ماہ بعد وطن واپس لوٹے۔ آخر میں حکومت برطانیہ نے ایک قانون کا اعلان کر دیا جو دسمبر ۱۹۳۴ء کو پارلیمنٹ میں منظور ہوا۔ اسے ۱۹۳۵ء کا ایکٹ کہتے ہیں یہ مایوس کن دستاویز تھی جناح اور اقبال دونوں اس ایکٹ کے بنیادی اصولوں کے خلاف تھے۔ مجوزہ فیڈریشن کو دھوکہ قرار دیا۔ جس میں ہندوؤں کو پورا پورا مفاد پہنچایا گیا اور مسلمانوں کے مستقبل کو نظر انداز کر دیا۔

علامہ اقبال اور پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم نو

ایکٹ ۱۹۳۵ء کے نفاذ سے ہند کی سیاست میں نیا تموّج پیدا ہوا، ہر صوبے میں سیاسی سرگرمیوں کا آغاز ہوا، قائداعظم نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کا بیڑا اٹھایا، بمبئی کے اجلاس میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ مرکزی پارلیمانی بورڈ اور ہر صوبے میں صوبائی الیکشن بورڈ قائم کیے جائیں۔ مجوزہ بورڈوں کی تشکیل کے سلسلے میں آپ نے سب سے پہلے پنجاب کا دورہ کیا (۲۹/اپریل ۱۹۳۶ء) پنجاب اس وقت سرکار پرستوں کا مرکز تھا۔ یہاں یونینسٹ پارٹی کا راج تھا آپ نے اس کے سربراہ سر فضل حسین سے ملاقات کی اور تعاون چاہا انہوں نے مسلم لیگ میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ قائداعظم کو بہت مایوسی ہوئی پھر آپ نے علامہ اقبال کی طرف رجوع کیا جو کہ اندھیرے میں ایک ٹمٹماتی ہوئی روشنی تھی۔ علامہ نے صحت کی کمزوری و دیگر مصائب کے باوجود مدد کا وعدہ فرمایا اور مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنانے پر زور دیا۔

<u>۸/مئی ۱۹۳۶ء</u> کو علامہ اقبال نے دیگر مسلم رہنماؤں کے اشتراک سے، مسلم لیگ اور قائداعظم کی حمایت میں ایک پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کیا جس کا عنوان تھا۔ ''مسلمانان پنجاب کے نام ایک اپیل'' <u>۱۲/مئی ۱۹۳۶ء</u> کو علامہ کی زیر صدارت پنجاب، مسلم لیگ کی تنظیم نو کا اجلاس ہوا۔ مندرجہ ذیل عہدیداران کا تقرر عمل میں آیا۔ صدر (علامہ اقبال) نائب صدر (ملک برکت علی، خلیفہ شجاع الدین) سیکرٹری (غلام رسول بیرسٹرایٹ لا) جوائنٹ سیکرٹری (عاشق حسین بٹالوی، میاں عبدالمجید) یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ پنجاب مسلم لیگ، مرکزی پارلیمانی بورڈ اور اس کی پالیسیوں کی حمایت کرے گی۔ <u>۲۱/مئی</u> کو قائداعظم نے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے اراکین کا اعلان کیا جس میں ہندوستان کے ہر صوبے کے نمائندے شامل تھے۔ پنجاب کے لیے گیارہ اراکین منتخب کیے گئے جن میں علامہ اقبال سر فہرست تھے۔ <u>۲۳/مئی ۱۹۳۶ء</u> کے خط بنام قاعد اعظم میں، علاّمہ نے مسلم لیگ کی کامیابی کا ذکر کیا۔

<u>۲۸/مئی</u> کو علاّمہ کے دولت کدہ جاوید منزل میں، علامہ کی صدارت میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا جس میں یہ قرارداد پاس ہوئی کہ عام انتخابات میں مسلم لیگ حصہ لے گی اس کے لیے صوبائی بورڈ

کی تشکیل ہو قواعد وضوابط مرتب کیے جائیں ۸ر جون کے اجلاس میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ضلع اور تحصیل کے سطح پر مسلم لیگ کی تنظیم نو کے لیے کوششیں شروع ہوئیں اقبال کے نام سے اپیلیں ارسال کی گئیں۔ علاّمہ نقاہت کے باوجود، سارے کام کی نگرانی کرتے تھے۔ ایک موقع پر ۶، جون کو قائداعظم کو لاہور پہنچنا تھا۔ یونینسٹوں نے سیاہ جھنڈیوں سے مظاہرے کا پروگرام بنایا علاّمہ نے اپنے مسلم لیگی ساتھیوں کی مدد سے اس پروگرام کو ناکام بنا دیا۔ ابتدا میں، اتحاد ملّت اور مجلس احرار نے مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کیا مگر یہ تارِ عنکبوت ثابت ہوا۔ اسی طرح مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی کے درمیان مفاہمت کی بات چیت ہوئی مگر وہ بھی بے سود رہی، اس بارے میں علاّمہ نے ایک خط کے ذریعہ قائد اعظم کی رائے دریافت کی (خط بنام قائداعظم ۲۲ر اگست ۱۹۳۶ء) میاں فضل حسین کے انتقال کے بعد، سر سکندر حیات یونینسٹ پارٹی کے سربراہ بنے تو انہوں نے مسلم لیگ سے راہ و رسم پیدا کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہ کی۔

خرابیِ صحت کی بنا پر، علامہ نے مسلم لیگ سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا مگر جب یہ محسوس کیا کہ اس کا فائدہ مخالفین کو پہنچے گا تو اپنا استعفیٰ واپس لے لیا۔ اور پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی دکھائی۔ ان کی ذاتی کوششوں سے بے شمار لوگ مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ ۱۹۳۷ء کے انتخابات کے لیے علاّمہ نے درخواستیں طلب کیں صرف آٹھ امیدواروں نے درخواستیں دیں۔ انتخابی مہم کے سلسلے میں، علامہ نے قائداعظم کو لاہور آنے کی دعوت دی، آپ ۹ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کو لاہور تشریف لائے دو ہفتے قیام کیا۔ ۱۱ر اکتوبر کو مسلم لیگ کا جلسہ ہوا جس میں جناح نے تقریر کی اور اس طرح انتخابی مہم کا آغاز ہوا۔ علاّمہ، علالت کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، قائداعظم نے، اقبال کی عیادت کی اور مسلم لیگ کی تنظیم کے لیے ان کی کوششوں کو سراہا۔ مسلم لیگ کی روز افزوں ترقی اور عوامی مقبولیت یونینسٹوں کو کھٹک رہی تھی۔ سر سکندر حیات نے اقبال کو کہلوا بھیجا کہ اگر مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ الیکشن سے دستبردار ہو جائے تو دو مسلم لیگی ممبران بلا مقابلہ منتخب کر لیے جائیں گے مگر علامہ نے خفگی کے ساتھ اس تجویز کو رد کر دیا انہوں نے فرمایا:

> ''مسلم لیگ کا مقصد محض اسمبلی کی سیٹیں حاصل کرنا نہیں بلکہ پنجاب کے عوام میں سیاسی وسماجی شعور پیدا کرنا اور انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کرنا ہے مسلم لیگ کبھی اصولوں پر سودے بازی نہیں کرے گی[۱۲]''۔

مسلم لیگ نے آٹھ حلقوں سے اپنے امیدوار کھڑے کیے اور محدود وسائل کے باوجود جم کر مقابلہ کیا مجلس احرار اور انجمن اتحاد ملت نے، مشترکہ امیدوار کی تجویز کو نہ مانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یونینسٹوں نے اکثر مقامات پر کامیابی حاصل کی۔ مسلم لیگ کے صرف دو امیدوار کامیاب ہوئے اگر صورت حال کو دیکھا جائے تو مسلم لیگ کی ظاہر شکست بھی فتح معلوم ہوتی ہے اس قسم کے احساسات کا اظہار قائداعظم نے سیکرٹری مسٹر غلام رسول کے نام ایک خط میں فرمایا[۱۳]۔ صرف پانچ ماہ کے اندر، پنجاب

میں مسلم لیگ کا جھنڈا گاڑنا اور اسے مضبوط بنیاد پر استوار کرنا، اقبال کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ آپ نے پنجاب میں ایسی فضا پیدا کر دی جس سے مسلم لیگ کی کامیابیوں کے لیے راہ ہموار ہو گئی۔ علاّمہ نے قائد اعظم سے درخواست کی آل انڈیا مسلم لیگ کا آئندہ اجلاس پنجاب میں منعقد کیا جائے۔ اس سلسلے میں آپ نے چند خطوط لکھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ملّی تحفظ کا عظیم الشان فیصلہ لاہور ہی میں ہوگا[۱۴]۔

۲۳/مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے دوسرے دن قائد اعظم نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری سید مطلوب الحسن سے فرمایا ''آج اقبال ہم میں موجود نہیں اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ جان کر بہت خوش ہوتے کہ ہم نے بالکل ایسے ہی کیا جس کی وہ خواہش کرتے تھے[۱۵]''

مندرجہ بالا جائزے سے ذیل کے نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:

۱۔ ہندو اور مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں بلکہ ہنود آپ کے نزدیک ایک قوم نہ تھے۔ ہندوؤں کے متعصّبانہ روّیے سے آپ پر یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ ہندو مسلم اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

۲۔ آپ کو ابتدا ہی سے سیاست سے دلچسپی تھی، آپ کی سیاست میں ذاتی اغراض اور مادی فوائد کو دخل نہ تھا۔ آپ نے جو قدم بھی اٹھایا وہ مسلمانان ہند کی بہتری کے لیے تھا، پنجاب اسمبلی میں آپ نے اپنا سیاسی، معاشرتی اور قانونی کردار ادا کیا اور بہت سی آئینی اصلاحات کروائیں۔ پاکستان اور مسلمانان پاکستان پر آپ کے بہت سے اثرات ہیں، ہمارے دستور کے کئی حصے ہیں جو اسلام کی تعلیمات پر مبنی ہیں جن پر آپ نے بہت زور دیا۔

۳۔ سیاسی لیڈروں سے آپ کا اختلاف ایک مخصوص فکر کی وجہ سے اور اس کا خاص پس منظر ہے، لکھنؤ پیکٹ ہو یا مسئلہ خلافت، سائمن کمیشن کی بات ہو یا گول میز کانفرنس میں مسلم وفد سے مقاطعہ ---۔ آپ پر انگریز دوستی کا الزام بھی غلط ہے وہ انگریزوں کے مورد عنایت ہوئے مگر اپنے اصولوں سے منحرف نہیں ہوئے۔

۴۔ مسلم کانفرنس کا پلیٹ فارم ہو یا مسلم لیگ کا، آپ نے مسلمانوں کی عظیم الشان سیاسی خدمات سرانجام دیں۔ پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم نو میں، بیماری اور ذاتی مصائب کے باوجود بڑی محنت کی۔ قائد اعظم کے صلاح کار بنے۔ موصوف کو بھی آپ کے سیاسی آرا و افکار سے پورا پورا اتفاق تھا ''مسلم لیگ کے نازک ترین اوقات میں آپ ایک چٹان کی طرح ڈٹے رہے اور ایک لمحے کے لیے بھی قدم نہ ڈگمگائے''

ہم اپنے مضمون کو سر شیخ عبدالقادر کے اس قول پر ختم کرتے ہیں:

> سیاست دان کے لیے تین باتیں ضروری ہیں اوّل نہایت وسیع معلومات رکھتا ہو۔ دوم طویل تجربے کا حامل ہو اور صائب الرائے ہو، سوم۔ سیاست دان وہ کام سرانجام دے، جو مناسب وقت پر ہو جس میں نفع یقینی ہو اور نقصان کا احتمال کم ہو۔ جس سے ملک کے باشندوں کو حقیقی اور دیرپا فائدہ پہنچے[۱۶]''

اس میں کوئی شک و شبے کی گنجائش نہیں کہ علامہ اقبال میں تینوں صفات موجود تھیں۔

حواشی

۱۔ قریشی، محمد صدیق، اقبال ایک سیاستدان، قنطار پبلی کیشنز، جہلم، ۱۹۷۷ء۔

۲۔ Ahmed,Jamil-ud-Din(Ed) *Some Recent Speeches and writings of Mr.Jinnah,* 1952(2vol)Lahore

۳۔ ریاض، سید حسن، پاکستان ناگزیر تھا، ص ۱۰۶، اشاعت پنجم ۱۹۸۷ء

۴۔ عبدالحمید، ڈاکٹر، اقبال بحیثیت مفکر پاکستان، ص ۱۲۸، طبع اوّل، ناشر اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء

۵۔ قدوسی، عبیداللہ، آزادی کی تحریکیں، ص ۳۲۷، طبع اوّل ۱۹۸۸ء

۶۔ افضل، محمد رفیق، گفتار اقبال، ص ۴۷۔۴۸، لاہور ۱۹۶۹ء

۷۔ عطاء اللہ، شیخ (مرتب) اقبال نامہ، ص ۱۱۲۔۱۱۳، شیخ محمد اشرف، لاہور، سن ندارد

۸۔ عطااللہ، شیخ (مرتب) اقبال نامہ، ص ۱، ۱۵۸

۹۔ ریاض، ڈاکٹر محمد، اقبال اور برصغیر کی تحریک آزادی، ص ۳۰، لاہور، ۱۹۷۸ء

۱۰۔ قریشی، محمد صدیق، اقبال ایک سیاستدان، ص ۹۵، جہلم، ۱۹۷۷ء ۔

۱۱۔ قدوسی، عبیداللہ، آزادی کی تحریکیں، ص ۳۵۲، طبع اوّل ۱۹۷۷ء

۱۲۔ بٹالوی، عاشق حسین، اقبال کے آخری دو سال، اقبال اکادمی پاکستان، ص ۳۷۷۔۳۷۸

۱۳۔ محمد احمد خان، اقبال کا سیاسی کارنامہ، اقبال اکادمی پاکستان، ص ۵۳۹۔۵۴۰، لاہور

۱۴۔ اقبال، علامہ محمد، اقبال کے خطوط جناح کے نام، مرتبہ محمد جہانگیر عالم، ص ۷۵،۷۷، فیصل آباد

۱۵۔ مطلوب الحسن سید، محمد علی جناح - ایک سیاسی مطالعہ

۱۶۔ شاہد، محمد حنیف، اقبال اور پنجاب کونسل، لاہور، ۱۹۷۷ء